رفعت مرتضیٰ

قاتِل

میں اِس کہانی کو لکھنے کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرنا چاہتی. کہانی کہنے کے آداب اور ضابطے بھی اس وقت میری نظر کے سامنے نہیں ہیں اور نہ میں کسی چونکا دینے والے جملے سے اِسے شروع کروں گی، اِس لئے کہ اِس میں کہانی کا کوئی عنصر ہے ہی نہیں.

میں صبح میں گاڑی گراج سے نکال کر جب گراج کا دروازہ بند کرتی ہوں گراج کی چھت اور دیوار کے بیچ کے چھجے پر اپنے گھونسلے میں بیٹھی فاختہ اپنی گول گول، چمکدار کالی آنکھوں سے میری طرف دیکھتی ہے. ہر روز اُس کے چہرے پر مجھے سراسیمگی نظر آتی ہے. ڈر؟ خوف؟ کہ میں کہیں اُس کے انڈوں کو، اُس کے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤں. گراج کا دوازہ جب پورا نیچے آجاتا ہے تو ساتھ ہی ایک شور کے ساتھ اُس کا خود کار تالا بھی بند ہو جاتا ہے مگر فاختہ پھر بھی اُسی طرح بیٹھی اپنی گردن اونچی کئے میری طرف دیکھتی رہتی ہے. ہر طرح کا خطرہ اپنے سر لینے کو تیار. اپنی جان بچانے کے لئے وہ انڈوں پر سے اُڑ کر کہیں نہیں جاتی. میں اُس کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہوں اور جا کر گاڑی میں بیٹھ جاتی ہوں. سڑک کا موڑ مڑنے تک وہ مجھے اسی طرح خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار بیٹھی نظر آتی ہے. پھر گاڑی موڑ مُڑ جاتی ہے اور فاختہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے. رات کو جب میں واپس آتی ہوں تو اندھیرا ہوتا ہے مگر گراج کا دروازہ کھولتے اور بند کرتے ہوئے مجھے مسلسل یہ خیال رہتا ہے کہ اوپر اپنے گھونسلے میں انڈے سیتی ہوئی فاختہ مجھے دیکھ رہی ہے. میں ماں کی عظمت کو سلام کرتی ہوں اور گھر کے اندر داخل ہو جاتی ہوں.

مگر آج مارتھا نے میرے پیروں کے نیچے سے یقین کی زمین چھین کر مجھے شک کی دلدل کی طرف دھکیل دیا ہے. وہ آج سرکاری گواہ ہے اور مجرموں کے کٹہرے میں اُس کا اِکلوتا بیٹا ہاتھوں پیروں میں کڑیاں پہنے سر جھکائے بیٹھا ہے. بد نیتی، بھوک، لالچ اور دواؤں کی اِس کہانی کو میں نہیں لکھنا چاہتی. مجھے مارتھا کی داستان سے کوئی سروکار نہیں. میرے لئے وہ کوئی وجود نہیں رکھتی. میں اس کی اکائی کو بھی نہیں مانتی اور اس کی نفی کرتی ہوں، اِس لئے کہ وہ میرے یقین، میرے اعتماد اور میرے، بے لوث محبت کے جذبے کو جھوٹا ثابت کرنے پر تُلی ہوئی ہے. گھونسلے سے فاختہ جھانک کے مجھے دیکھتی ہے اور اُس کی گول گول آنکھیں مجھے تسلی دیتی ہیں: گھبرانا نہیں، میں ابھی ہوں. اِس محبت کے نام پر کبھی آنچ نہیں آنے دوں گی... اور میں گھر میں داخل ہو جاتی ہوں. مگر جب اخبار اُٹھاتی ہوں تو مارتھا کا میک اَپ سے سجا ہوا چہرہ اور جینز میں کسا ہوا گداز بدن مجھ سے کہتے ہیں: فاختہ تو جھوٹی ہے تم اُس کے خیال میں نہ رہنا! اور مجرموں کے کٹہرے میں زنجیروں سے بندھا روکسی کبھی کبھی اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اُٹھا کر ماں کی طرف دیکھتا ہے مگر اُس کے خالی چہرے اور، خالی آنکھوں میں افہام کا کوئی رنگ نہیں اُبھرتا. شاید اُسے کوئی دھکا لگا ہے. اچانک لگا ہے. شاید اُس کے احساسات سُن ہیں... شاید اُسے اُمید تھی کہ ماں اُسے اپنے پروں میں چھپالے گی. شاید اُس نے سوچا نہیں تھا کہ ماں اُس کے سر سے آسمان کی چادر ہی چھین لے گیا ور باقی کی زندگی اُسے جیل میں

بند رہ کرگذارنا ہوگی۔کیا تھا اُس کے دِل میں؟ کیا ہورہا تھا اُس کے اندر؟ کچھ تو سوچتا ہوگا۔

مارتھا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ اب نہیں آئے گی۔

''وہ کیوں مارتھا؟'' میں نے جلدی جلدی تیار ہوتے ہوئے پوچھا تھا اور جواب میں اُس نے روکسی کے بُری صحبت میں پڑ جانے کی داستان سنائی تھی۔ پڑھائی سے بددِلی، آوارگی اور چرس...وہ اُسے لے کر واپس اپنے شہر جانا چاہ رہی تھی جہاں اُس کا پورا خاندان بسا ہوا تھا۔
''اچھی بات ہے مارتھا مجھے کسی دوسری ہاؤس کیپر کا انتظام کر لینے دو پھر چلی جانا بس دو چار روز اور ٹھہر جاؤ''
اُس نے کوئی جواب نہیں دیا مگر اگلے روز آئی بھی نہیں۔ میں گھر کے اندر آئی تو وہ خالی اور خاموش تھا۔ ٹیلی فون کے آلے میں بھی مارتھا کی طرف سے کوئی پیغام نہیں تھا۔ میں نے اس کے گھر پر فون کیا تو وہ میری آواز سن کر چُپ ہوگئی۔ مین نے پھر کہا ''مارتھا بات کیا ہے آخر؟ تم آئیں کیوں نہیں؟ میں نے کہا بھی تھا کہ ابھی ایک دو روز ٹھہر جاؤ۔''
دوسرے سرے پر اُس نے ایک گہری سانس لی اور میری بات کا جواب دیئے بغیر فون رکھ دیا۔ میں نے مُڑ کر اپنے گھر کی طرف دیکھا اور نظر ہر کونے، ہر دیوار، سے لگ کر واپس آتی رہی۔ ایجنسی کو ایک فون کر دوں تو دس ہاؤس کیپروں کی، انٹرویو کے لئے لائین لگ جائے گی مگر کتنی اُن میں مارتھا کے جیسی ہوں گی؟ کوئی گارنٹی نہیں تھی۔ کبھی کبھار چھوٹا موٹا ادھار مانگنے اور مانگ کر بھول جانے یا میز پر رکھی ہوئی ریز گاری غائب کر دینے کے سِوا وہ ہر لحاظ سے مکمل خانہ دار گھر ہستنوں جیسی خوبیاں رکھتی تھی اور ان خوبیوں کے سامنے وہ خامیاں مجھے نہ ہونے کے برابر لگتی تھیں۔ دِل بوجھل ہو کر رہ گیا۔ میں نے اپنے لئے ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا گرم کیا، چائے بنائی اور ٹی وی کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ خبریں ہو رہی تھیں۔ لمحے بھر کے لئے مجھے یوں لگا جیسے ٹی وی اسکرین پر روکسی اپنی جھلک دکھا کر غائب ہو گیا ہو۔ میں نے جلدی سے دوسرا چینل لگایا کہ شاید وہاں ہیڈلائنز کی ترتیب الگ ہو۔ وہ روکسی ہی تھا۔ دو دِن پہلے پیزا پارلر میں ہونے والے تین قتل کر کے مفرور ہو جانے والا روکسی ہی تھا۔
روکسی؟ میں نے تعجب سے کہا۔ وہ سترہ برس کا بچہ؟ پھر اپنی ہی آواز سے خوفزدہ ہو کر میں نے چاروں طرف دیکھا، ٹی وی کی آواز کم کی اور جا کر ایک ایک کمرے کی کھڑکیاں اور باہر کی طرف کھلنے والے تمام دروازے دیکھے کہ کوئی کھلا تو نہیں۔ پھر سب پردے برابر کئے اور اپنے کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر کے رخسانہ کو فون کیا
'' کیا ہے؟ '' اُس نے میری ہیلو سنتے ہی کہا
''ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اعجاز کو یہاں بھیج دو، میرے پاس۔ آج مارتھا نہیں آئی تھی اور ابھی ٹی وی پر میں نے دیکھا ہے روکسی کو پولیس والے پکڑ کر لے گئے ہیں، پیزا پارلر والے تین آدمیوں کے قتل کے شُبہے میں۔ میرے گھر کی ایک چابی مارتھا کے پاس بھی ہے۔ رخسانہ مجھے نیند نہیں آنے کی آج ''

''حسن نے بھی ابھی خبریں دیکھ کر یہی کہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر میں ہم اعجاز کو لے کر آتے ہیں۔''

پھر مجھے ہنسی آ گئی۔ '' رہنے دو رخسانہ۔اب تم سے بات ہو گئی ہے تو تسلی بھی ہو گئی ہے۔ اعجاز بھی بچہ ہی تو ہے۔ اور پھر ہنسے گا وہ مجھ پر کہ کیسی بزدِل ہوں''

'' تم جانے دو۔'' رخسانہ نے کہا۔ '' ابھی آ رہے ہیں ہم لوگ۔ دیکھو ڈرنا نہیں ''

وہ لوگ میرے گھر سے ایک بلاک آگے رہتے تھے۔ پانچ منٹ میں گھنٹی بج اُٹھی۔دروازے کی آنکھ سے جھانک کر دیکھا تو دوسری طرف رخسانہ زبان نکالے اسی طرف دیکھ رہی تھی۔میں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور وہ سب ہنستے ہوئے اندر آ گئے۔

''ناصر کب آ رہا ہے؟'' حسن نے صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔

''کنونشن شروع ہوئے دو دن ہوئے ہیں اب ایک دن کی چُھٹی ،اس کے بعد دو دن اور۔ ایک دِن کا سفر اور شامل کر لیں تو آج سے چوتھے دن۔''

'' اُس سے کہو اب یہیں آفس میں مستقل تقرری کی کوشش کرے۔''

''رہنے دو حسن ایکبار رات میں کچھ دیر سے آنا کیا پڑ گیا تم تو زندگی کا نقشہ ہی ترتیب دینے بیٹھ گئے۔ چلو اب اٹھو گھر چلیں گے۔''

''چائے بھی نہیں؟'' اعجاز نے ہونٹ نکالے

'' نہیں'' رخسانہ نے اُسکا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا

جاتے جاتے حسن نے اعجاز کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ '' آنٹی کا خیال رکھنا ..یہ نہیں کہ اُلٹا اُنہیں تمہارا خیال رکھنا پڑ جائے۔''

اعجاز کی پندرہ سالہ انا سخت مجروح ہو کر رہ گئی مگر وہ کچھ بولا نہیں۔اُن کے جانے کے بعد کچھ دیر ہم تاش کھیلتے رہے پھر میں نے اُسے اپنا پلنگ دے دیا اور خود کمرے میں رکھی سیٹی پر کمبل اوڑھ کر سو گئی۔

صبح کے اُجالے میں جب رات کی کیفیت یاد آئی تو اپنی بزدِلی پر شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔رات میں ایسے لگتا ہے جیسے ہر کونے ، ہر تاریک جگہ پر کوئی ہماری گھات میں بیٹھا ہو اور رات کے جاتے ہی ہم دِن کی روشنی میں رات کے خیالی بھُوتوں پر ہنستے اور ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

اخبار میں پوری تفصیل موجود تھی۔پیزا پارلر میں کام کرنے والے دو لڑکوں اور ایک لڑکی کو قتل کر کے سیف سے بارہ سو ڈالر لے کر لا پتہ ہو جانے والا روکسی تھا۔اور سرکاری گواہ بن کر روکسی کو پکڑوانے والی اُس کی ماں تھی۔

میں نے دِل ہی دِل میں مارتھا کے کردار کی مضبوطی اور بڑائی پر اُسے مبارک باد دی۔معاشرے کا مجرم ہمیں کتنا ہی عزیز

کیوں نہ ہو معاشرے کا مجرم ہی رہتا ہے اور اپنے جُرم کے لئے معاشرے کے سامنے جواب دِہ۔
تم نے وہی کیا جو تمہیں کرنا چاہئے تھا۔ شاباش مارتھا !
اعجاز کے ساتھ اُس کے گھر جانے کے لئے نکلی تو فاختہ نے گردن اُٹھا کر میری طرف دیکھا پھر مُنہہ پھیر لیا جیسے میں اُس کے لئے اجنبی ہو گئی ہوں ۔ اپنا بچہ؟ اپنی کوکھ سے پیدا کیا بچہ؟ نو مہینے سینت سینت کر پیٹ میں رکھا بچہ؟ خود مر کر پیدا کیا بچہ؟ رات دِن کی تھکن، نیند اور بے آرامی خوشی خوشی سہہ کر پالا ہوا بچہ؟ اُس کی پہلی مسکراہٹ سے لے کر بغیر کسی سہارے، خود سے اُٹھائے پہلے قدم تک، ہر لمحہ ہماری خوشیوں کا مرکز بچہ؟ اُسی بچے کو یوں آسانی سے دوسروں کے حوالے کوئی ماں کر سکتی ہے؟ اُس کے سارے رنج، اُس کی تکلیفیں خود پر لینے کو تیار، اُس کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں پر تڑپ اُٹھنے والی، اُس کے چھوٹے چھوٹے غم اور ننھی ننھی خوشیاں اُس کے ساتھ مل کے بانٹنے، منانے والی؟ وہی ماں؟؟ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ تم نے کیا سمجھ کر مارتھا کو شاباشی دی۔
میں نے فاختہ سے نظریں ملائیں اور کہا : مگر انصاف اور قانون کے سامنے رِشتے اہم نہیں رہتے۔
فاختہ نے کچھ کہا نہیں، بس خاموشی سے اپنی گول گول آنکھیں تیزی سے گھماتی میری طرف دیکھتی رہی۔

شام میں، میں نے مارتھا کے پاس پھر فون کیا۔ میں نے سوچا تھا اُس کی ہمت، صبر اور فیصلے پر مبارک باد دوں گی اور کہوں گی کہ وہ چاہے تو میرے پاس آ جائے اور جب تک رو کسی کا فیصلہ نہیں ہوتا وہ میرے ہی پاس رہ بھی سکتی ہے۔ مگر وہاں دوسرے سرے پر مشین لگی ہوئی تھی جو کہہ رہی تھی کہ فون اب سروِس میں نہیں رہا۔ مارتھا کو حاصل کرنے کی جو تھوڑی آس تھی وہ بھی جاتی رہی۔
دفتر میں کسی نے مجھ سے کہا " مارتھا کو دیکھا تم نے، کیا کِیا ہے اُس نے؟ "
" ہاں بھئی بڑی ہمت والی ماں ہے فرض پر محبت کو قربان کر دیا اُس نے"
بات شروع کرنے والے نے غور سے میری طرف دیکھا۔ "تم سے ابھی کوئی پوچھ تاچھ نہیں ہوئی؟ "
"کِس بات کی؟"
" تمہارے گھر کی دیکھ بھال نہیں کرتی تھی؟"
" ہاں کرتی تھی مگر اِدھر ایک ہفتے سے نہیں آ رہی تھی۔"
" اوہ" اُس نے نہ جانے کیوں غور سے میری طرف دیکھا پھر اپنا کافی کا مگ اُٹھایا اور کسی دوسری طرف چلا گیا۔
شام میں گھر پہنچی تو گھر کے سامنے مگر سڑک کے دوسری طرف کھڑی گاڑی میں سے دو آدمی اُتر کر میری طرف آئے۔ دو سادہ کپڑوں والے۔ میں ایکدم خوف زدہ ہو گئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مگر اُنہوں نے مارتھا کے بارے میں دو چار سوال کئے،

روکسی کے بارے میں پوچھا اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ اگر ضرورت ہوئی تو پھر رابطہ کریں گے۔

گھر میں داخل ہوتے ہوئے میں نے فاختہ کی طرف دیکھا .. یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُس نے اِس طرح دائیں بائیں سر ہلایا جیسے میری بات سمجھ کر کچھ جواب دیا ہو۔

پوری بات سامنے آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ سترہ برس کے روکسی کو پیٹزا پارلر میں نوکری دِلانے والی مارتھا ہی تھی۔ میرے پاس کام کرنے سے پہلے وہ وہیں ملازم تھی۔ مگر جب روکسی نے اسکول جانے سے قطعی انکار کر دیا تو مارتھا ایک روز اُسے اپنے ساتھ لے کر گئی اور منیجر سے بات کر کے اپنی جگہ پر روکسی کو رکھوا دیا۔ روکسی نے اپنی اب تک کی زندگی میں اپنے ہاتھ میں اِتنا پیسہ نہیں دیکھا تھا جو اُسے اب ملنے لگا تھا۔ مگر پھر یوں ہوا کہ پیٹزا پارلر کی ایک دِن کی کمائی کے سامنے اب اُسے اپنی تنخواہ حقیر نظر آنے لگی۔ ویسے بھی تنخواہ ملنے کے دِن مارتھا گھنٹہ بھر پہلے ہی آ کر پیٹزا پارلر کے سامنے ٹہلنا شروع کر دیتی اور جیسے ہی روکسی اپنا کام ختم کرنے کے بعد باہر آتا وہ اپنا ہاتھ
اُس کے سامنے کر دیتی اور روکسی چُپ چاپ جیب سے پیسے نکال کر ماں کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پر رکھ دیتا۔ پھر ایک روز صبح دس بجے کے قریب جب پیٹزا پارلر میں دِن بھر کے بزنس کے لئے تیاری ہو رہی تھی کہ روکسی پچھلے دروازے سے داخل ہوا، وہاں موجود عملے کے تین افراد کو گولی مار کر ہلاک کیا اور سیف سے بارہ سو ڈالر نکالے اور بس میں بیٹھ کر گھر چلا گیا۔ نہ کسی نے اُسے آتے دیکھا نہ ہی جاتے ہوئے۔ آس پاس کی کوئی بھی دکان ابھی بزنس کے لئے کھولی نہیں گئی تھی۔ پیٹزا پارلر میں تین ہی آدمی تھے اور تینوں ختم ہو چکے تھے۔ روکسی نے گھر جا کر ماں کو بتا دیا کہ وہ کیا کر کے آیا ہے۔

کورٹ میں سرکاری گواہ کے کٹہرے میں کھڑی مارتھا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ تھام لیا

'' روکسی نے جیسے ہی آ کر مجھے بتایا کہ وہ کیا کر کے آیا ہے، میرے سینے سے دِل جیسے نکل ہی گیا۔ اِتنا صدمہ ہوا مجھے جیسے میرے ہوش ہی نہ رہے ہوں۔''

مگر مارتھا کے ہوش اِتنے ضرور قائم تھے کہ اُس نے روکسی سے سارے پیسے خود لے لئے اور خود اپنے اور روکسی کے لئے چرس خریدی۔ وکیل نے جرح کی تو مارتھا نے دلیل دی کہ اِتنا بڑا صدمہ وہ بغیر کسی سہارے کے کیسے اُٹھاتی؟ وہ بُہت کمزور دِل کی عورت ہے اور جب بھی حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت اُس میں نہیں رہتی تو وہ نشہ آور دوائیں کھا کر صدمے کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ویسے اُسے منشیات کی عادت ہرگز نہیں ہے۔

'' اور روکسی کو؟'' وکیل نے پوچھا

'' عادت اُس کو بھی نہیں ہے '' مارتھا نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ '' میں ماں ہوں اور وہ قتل کر کے آیا تھا۔ شاک کی حالت میں تھا وہ! صدمہ!

صدمے کا مطلب جانتا ہے کوئی؟ اِک ذرا سا نشہ کر لینے سے اُس کی حالت سدھر جائے گی، یہی سوچ کر میں نے اُسے بھی تھوڑی سی چرس دے دی تھی۔''

''پورے بارہ سو کی؟'' وکیل نے وار کیا مگر مارتھا سرکاری گواہ تھی اور اُسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ وکیل نے مارتھا کی طرف دیکھ کر رنج اور غصے سے سر ہلایا اور چُپ چاپ واپس جا کر بیٹھ گیا۔

دوسری طرف جب روکسی سے پوچھا گیا کہ کیا قتل اُس نے کیئے تھے تو اُس نے کسی تاخیر کے بغیر جواب دیا: ''ہاں کیئے تھے۔''

''پیسے کے لئے؟''

''ہاں پیسے کے لئے۔''

''کسی کے کہنے پر؟'' وکیل نے اب کے بلند آواز میں پوچھا

روکسی نے اپنا جھکا سر اُٹھا کر ماں کی طرف دیکھا۔ کیا نہیں تھا اُس ایک نظر میں! مگر پھر اُس نے سر جھکا دیا۔ ''کسی کے کہنے پر نہیں۔''

مارتھا نے ایک گہری سانس لی اور کرسی کی پُشت سے سر لگا کر اِطمینان سے بیٹھ گئی۔

روکسی کو سزائے موت ہو سکتی تھی مگر اس کی کم عمری کا خیال رکھتے ہوئے اُسے عمر قید کی سزا دی گئی۔ کیس ختم ہو گیا۔

مگر ختم نہیں ہوا۔ اِس لئے کہ ابھی مارتھا کو وہ انعام لینا ہے جس کا اِعلان پیٹرا پارلر کے علاوہ تین چار اور لوگوں کی طرف سے ہوا تھا .... کہ جو کوئی بھی قاتل کا پتہ لگائے گا اِنعام اُسی کا! اور اِسی اِعلان کو اخبار میں دیکھ کر مارتھا نے پولیس کو روکسی کا پتہ دیا تھا۔ مجرم آخر کب تک چُھپا رہ سکتا ہے؟ آج نہیں تو کل ۔ آخر پکڑا ہی جاتا ہے... مارتھا نے اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے خود ہی دلیل بھی دی ، جبکہ روکسی کو اپنی نانی کے پاس بھیجتے ہوئے مارتھا کا یہی خیال تھا کہ ایک بار روکسی اُس دور دراز جگہ پہنچ جائے تو پھر پولیس کے لئے اُس کا پتہ لگانا آسان نہیں رہے گا۔ مگر جب اخبار میں انعام کی اِتنی بڑی رقم کا اِعلان دیکھا تو اُس نے سوچا کہ گھر کی دولت کو گھر ہی میں رہنا چاہئے۔

میں آتے جاتے اب گھونسلے کی طرف نہیں دیکھتی کہ فاختہ سے نظریں چار کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ مگر شائد یہ بھی سچ ہے کہ وقت اپنے مرہم کا پھاہا ہمارے دُکھتے خیالوں پر رکھ کر ہماری ساری ناخوشی، غم اور چُبھن اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ تو میں نے بھی پھر ایک روز آنکھ اُٹھا کر فاختہ کے گھونسلے کی طرف دیکھا ۔ مگر گھونسلا خالی تھا۔ شائد فاختہ بھی شرمندہ تھی اور مجھ سے آنکھیں چار نہیں کر سکتی تھی ۔